زینت افشاں
پی ایچ ڈی سکالر، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اُردو خدمات

The article is meant to have on overview of the services for Urdu rendered by Dr. Ghulam Mustafa Khan, the renowned researcher, poet, critic and teacher. Some biographical detail has also been provided. Dr. Ghulam Mustafa Khan has more than one hundred books on his credit concerning Urdu, but the article is especially concerned with his linguistic and pedagogy books. He has been discussed here as a teacher and linguist.

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (۲۳/ستمبر ۱۹۱۲ء۔ ۲۵/ستمبر ۲۰۰۵ء) جبل پور، سی پی، بھارت میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں چھپا محلّہ کٹنی کے سکول میں داخلہ لیا۔ ۱۹۲۳ء میں کھٹک محلے کے سکول سے پرائمری پاس کیا۔ ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ کالج سے میٹرک کیا۔ علی گڑھ کالج ہی سے ۱۹۳۱ء میں بی اے کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۳۳ء میں بی اے، ۱۹۳۶ء میں یہیں سے ایم اے اردو اور ایل ایل بی کیا۔ ۱۹۳۷ء میں ناگ پور یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کیا۔ اسی یونیورسٹی سے ۴/اپریل ۱۹۴۷ء کو پی ایچ ڈی اور ۱۹۵۹ء میں ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔

۱۵/جولائی ۱۹۳۷ء کو کنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی (برار) میں اردو کے استاد مقرر ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ناگ پور یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے سربراہ ہوگئے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر لی۔ کچھ عرصے بعد اسلامیہ کالج کراچی میں اردو کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اردو کالج کراچی میں صدر شعبہ اردو مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں سندھ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں عمر ساٹھ برس ہوئی تو سبک دوش ہوئے مگر ملازمت میں مزید چار برس کی توسیع مل گئی۔ ۱۹۸۸ء میں سندھ یونیورسٹی نے پروفیسر ایمریطس کے درجے پر فائز کیا۔ اعزازات، شاگردوں اور مریدوں کی تعداد قابل رشک ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا خاکہ کھینچتے ہوئے مسرور احمد زئی لکھتے ہیں:

> ''ملن ساری، انکساری، مہمان نوازی، ادب، پیار، لحاظ، شفقت، احترام، تبسم، اعتدال، اعتماد، اعتبار، مٹھاس، امداد، توجہ، دعا، دوا، اخلاص، بے لوثی، اطمینان، احتیاط، ٹھہراؤ، دھیمہ لہجہ، نرم مزاجی، انتخابِ الفاظ، خوش خطی، مطالعہ، مشاہدہ، مسئلہ فہمی، سنجیدگی، بردباری، مردم شناسی، حافظہ، تفہیم، تدبر، تکلف، سخاوت، دیانت، ریاضت، صداقت، عبادت، امامت، یہ وہ اوصاف اور رنگ ہیں جن سے آپ کی شخصیت کی تصویر روشن اور مکمل ہوتی ہے۔''[۱]

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں جس طرح اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں غیر معمولی اور یکساں مہارت رکھتے ہیں اسی طرح تصنیف و تالیف، شاعری، تحقیق، تنقید، تراجم، لسانیات اور متعدد دوسرے موضوعات پر ان کی کم و بیش سو سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر ان کی اردو کے لیے خدمات ہیں جو ان کی ساری زندگی کو محیط ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اردو کی ترویج و ترقی کے حوالے سے بے شمار خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر صاحب ماہر لسانیات تھے۔ عربی ، فارسی ، انگریزی اور اردو میں مہارت کاملہ رکھتے تھے ۔ اس لیے ان کی تحقیقات کا دائرہ وسعت کا حامل ہے۔

اردو بنیادی طور پر ایک لچک دار زبان ہے ، جس میں دیگر زبانوں کے الفاظ اپنے اندر جذب کرنے کی گنجائش زیادہ ہے کیوں کہ کوئی بھی زبان اپنے گردوپیش کی زبانوں سے الگ تھلک رہ کر پھل پھول نہیں سکتی۔ اُردو کا دوسری زبانوں سے رابطہ بہت مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں دیگر زبانوں کے الفاظ کثرت سے داخل ہوگئے اور اب وہ اردو ہی کا حصہ نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اُردو زبان پر ایک ماہر لسانیات کی حیثیت سے نگاہ ڈالی اور دیگر کامل زبانوں پر اردو کے اثرات تلاش کیے ، جس سے اردو کی اہمیت بڑھ گئی۔ صرف یہی نہیں کہ اردو نے عربی ، فارسی اور انگریزی کے اثرات قبول کیے بلکہ ان زبانوں نے بھی اردو کا اثر قبول کیا ۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا نمایاں اور قابل ذکر کام'' فارسی پر اردو کا اثر '' ہے، جس میں ایسے بہت سے الفاظ دیے گئے ہیں، جو اردو کی وساطت سے فارسی میں داخل ہوگئے۔ اگر چہ ان کی شکل تبدیل ہوگئی لیکن ان کی اصل اردو ہی ہے کیوں کہ زبان ماحول اور حالات سے اثر قبول کرتے ہوئے شکل تبدیل کرتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان کی خدمات کے سلسلہ میں ایک اہم کارنامہ ان کا تحقیقی مضمون'' اُردو املا کی تاریخ'' ہے ۔ اس میں قدیم اردو کے نمونے پیش کیے گئے ہیں اور حرف پر تنقید علاقائی حروف کی اشکال کی مدد سے کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سندھ یونیورسٹی سے منسلک ہونے کے ساتھ ہی اردو زبان پر توجہ مرکوز کی ۔ خاص طور پر مقامی زبانوں کے اردو کے ساتھ روابط پر تحقیق کی ۔ اسی پس منظر میں'' اُردو سندھی لسانی روابط'' کے موضوع پر اپنے ایک شاگرد سے پی ایچ ڈی بھی کرائی۔ لسانیات ان کی دل چسپی کا خاص میدان تھا، ڈاکٹر وفا راشدی کے مطابق :

'' ڈاکٹر صاحب ماہر تعلیم اور اردو، انگریزی ادبیات ولسانیات کے بھی ماہر ہیں۔ عربی ، فارسی ، اردو انگریزی ادبیات میں کامل ہیں۔ یہ مقام ، یہ کمال وسیع وعمیق مطالعہ ، ان تھک محنت، شب وروز کی لگن اور خداداد ذہانت وصلاحیت کے بغیر ممکن نہیں ۔''[۲]

ان کے خاص موضوعات لسانی روابط ، زبانوں کے صوتی نظام اور لسانی مسائل ہیں۔ اگر'' اردو املا کی تاریخ '' کا جائزہ لیا جائے تو قدیم مخطوطات ومطبوعات کے سلسلے میں ان کے وسعت مطالعہ کی داد دینی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں حرف پر علاقوں کے حوالے سے بحث کی ہے، جو ان کی محنت وریاضت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بقول ڈاکٹر مسرور احمد زئی :

'' املا حروف کے صحیح استعمال کا عمل ہے۔۔۔ حرف کو موضوع بناتے ہوئے اردو نظم ونثر میں اس کے نمونے پیش کیے ہیں اور ان نمونوں پر علاقائی زبانوں کے اثرات واضح کیے ہیں۔ ایک ہی حرف، ایک ہی زمانے میں مگر مختلف علاقوں میں کس طرح لکھا گیا۔''[۳]

ڈاکٹر صاحب نے خان آرزو اور انشاء اللہ خاں انشا کی تصریحات کے متعلق معلومات فراہم کیں۔'' اردو املا کی تاریخ '' میں غالب اور احسن کے علاوہ ان جملہ تحقیقات کا ذکر کیا گیا ہے، جو اس موضوع کے سلسلے میں ہوتی رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اُردو زبان کی خدمات کے سلسلے میں ایک اہم کارنامہ قدیم شاعروں اور ادیبوں کے مخطوطات ومطبوعات کی لسانی خصوصیات کا احاطہ کرنا ہے ۔ انھوں نے املائی اصولوں کو نکات کی صورت میں پیش کیا ہے۔ نیز الفاظ کے حوالے سے مختلف ادوار سے مثالیں پیش کی ہیں۔

ہندی اور سنسکرت کی طرح اردو کو بھی آریائی زبان قرار دیا کیوں کہ ان سب میں مشترکہ چار اصول موجود ہیں۔ انھوں نے اردو قواعد کی بنیاد بھاشا اور ہندی کو قرار دیا۔ آریائی زبانوں کے الفاظ سامی زبانوں سے چھ گنا زیادہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو

میں عربی فارسی کے علاوہ ترکی الفاظ کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر: اچی (بڑا بھائی)، باجی (بڑی بہن)، جادر (خیمہ) وغیرہ۔ تجوید کے مشترکہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والی زبانوں پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ ان میں تبدیلی کی وجوہات، قواعد اور عوامل کا جائزہ بھی موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبان کے ہم معنی اور ہم صوتی الفاظ دیے گئے ہیں، جن میں یہ اصول وضوابط موجود ہیں اور ان کی وضاحت فارسی مصادر سے دی گئی ہے۔ نیز ایسے فارسی مضارع کی مثالیں فراہم کی گئی ہیں، جو ایک ہی زبان کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی آواز تبدیل کر لیتے ہیں۔

لفظ پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کیسے وہ اپنے خاندان یا قریبی عہد کی زبان میں رائج ہوتا ہے لیکن جیسے ہی ماحول تبدیل ہوتا ہے زبان کی صوت میں تبدیلی آجاتی ہے اور اردو کی خدمات کے سلسلے میں یہ قابل قدر تحقیقی کام ہے۔ کسی خطے کا مجموعی ماحول، تہذیب وثقافت اور دیگر زبانیں ایک زبان کو متاثر کرتی ہیں۔ اس لیے ماہر لسانیات کا متعلقہ زبان کے ماحول، تہذیب وثقافت اور دیگر زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اردو کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، انگریزی پراکرت (جدید ہندی) اور سنسکرت پر مکمل عبور تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اردو کی جغرافیائی حدود سے بھی آگاہ تھے کیوں کہ جغرافیائی اور معاشرتی حالات کسی بھی علاقے کی زبان پر منظّم اثرات مرتب کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اردو پر تحقیق کرتے ہوئے سہل راستے کا انتخاب نہیں کیا۔ ان کے جملے مختصر اور زبان سادہ ہے۔ دیگر ماہر لسانیات کے برعکس طویل اقتباسات سے اجتناب کرتے تھے۔ انھوں نے اردو میں ادغام کا قاعدہ، املے کا اصول اور اس سے الفاظ میں تبدیلی اور تلفظ میں فرق کے اصولوں کی وضاحت کی ہے۔ یہ ایسی خوبی ہے، جو دوسرے ماہر لسانیات کے ہاں نہیں نظر آتی۔

ان کا موضوع زبان کی لسانی خصوصیات تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایک ہی زبان کے تبدیل شدہ اور ہم معنی الفاظ سے بھی بحث موجود ہے، نیز زبان کیسے تبدیل ہوتی ہے؟ ڈاکٹر صاحب اس کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر ان عوامل تک پہنچ جاتے ہیں، جو تبدیلی کی وجہ بنتے ہیں۔ انھوں نے غلط العام اور غلط العوام پر بحث کی ہے۔

اگرچہ اردو کے حوالے سے ان کا نظریہ پہلے سے موجود نظریات سے الگ نہیں ہے کہ اردو میں حروف مختلف زبانوں سے آئے ہیں اور اردو میں (دیگر زبانوں سے) زیادہ حروف موجود ہیں۔ اس لیے کہ اردو زبان جملہ زبانوں سے آئے ہوئے الفاظ کا صحیح تلفظ ادا کرنے کی قدرتی صلاحیت رکھتی ہے۔ زبان کے معاملے میں تعصب یا تنگ نظری اسے نقصان پہنچاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایسے اعتراضات پر بھی بحث کی ہے اور عربی سے استفادہ کرنے کی کوشش پر زور دیا ہے۔ اردو کی خدمات کے سلسلے میں ان کی قابل ذکر کاوش لغت نویسی ہے۔ کیوں کہ جب تک زبان پھلتی پھولتی رہتی ہے اس میں لغت نویسی کا عمل جاری وساری رہتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی لغت نویسی ان کی شبانہ روز محنت شاقہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس سلسلے میں ان کا اولین باقاعدہ اور باضابطہ کام ''سندھی اردو لغت'' (۱۹۵۴۔۱۹۵۳ء) ہے۔ وزارت تعلیمات حکومت پاکستان کی طرف سے سندھ یونیورسٹی کو اس کام کی مد میں فنڈز کی پیش کش کی گئی اور یہ طے پایا کہ اردو اور سندھی بولنے والوں کی آسانی کے لیے دو لغات ''سندھی اردو لغت'' اور ''اُردو سندھی لغت'' مرتب کرائی جائیں گی۔ ڈاکٹر صاحب کو ان لغات کے اردو حصہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انھوں نے انتہائی جاں فشانی سے یہ کام مکمل کیا۔ وقت اور سرمایہ کے محدود ہونے کے باوجود یہ لغت اپنی مثال آپ ہے اور اعلیٰ جماعتوں کے طالب علموں کی ضروریات کو بہ خوبی پورا کرتی ہے۔ اس کی ہجائی ترتیب سندھی ادبی بورڈ کی ''سندھی لغت'' کی طرز پر ہے۔ الفاظ کی صوتیات اور تشریحات کو سمجھنے کے لیے اردو مترادفات کے ساتھ ایک ہجائی نقشہ ضمیمہ میں موجود ہے۔ سندھی کے ساتھ ایسے الفاظ ہیں جن کا بدل

ممکن نہیں، ان کو ویسے ہی رہنے دیا گیا ہے، مثال کے طور پر: پ ، چ، ج ، ژ ،ک ، گ، ٹ ہر لفظ کی شناخت اور اس سلسلے کو ایک خاص ترتیب سے دیا گیا ہے، مثلاً:

۱۔ ایسے حروف جو اپنی اصلی شکل میں ہیں، ان کے آگے نشان الحاق (=) دیا گیا ہے۔

۲۔ الفاظ اور ان کے مشتقات کو سندھی رسم الخط میں حرکات کے ساتھ ایسے لکھا گیا ہے کہ پہلے واحد اور پھر جمع اور جمع کی وضاحت نشان جمع (ج) سے کی گئی ہے۔

یہ لغت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب کی ان تھک محنت نظر آتی ہے کیوں کہ وہ ایک ایک لفظ کی اصل تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح ''اردو سندھی لغت'' کے حوالے سے خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو الفاظ کا انتخاب کیا۔ انھوں نے صورت خطی قائم کرنے کی ذمہ داری قبول کی ۔ یہ لغت ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی اس میں کل ۱۱۹۶۶۰ الفاظ ہیں۔ وزارت تعلیمات حکومت پاکستان نے ۱۹۵۸ء میں انگریزی کی کلاں آکسفورڈ ڈکشنری (نیو انگلش ڈکشنری) کی طرز پر لغت شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس لغت کے متعلق ڈاکٹر مسرور احمد زئی لکھتے ہیں:

''ابتدا میں جو خاکہ بنایا گیا اس میں لغت میں تمام الفاظ کی صوری و معنوی تبدیلیوں کا تاریخی جائزہ لینا، قدیم یا متروک لفظ کی آخری مروجہ شکل کو معیار قرار دے کر بنیادی لفظ کے طور پر داخل لغت کرنا۔ لفظ کا تلفظ علامت کے علاوہ اعراب ملفوظی کے ذریعے ظاہر کرنا، قواعدی حیثیت واضح کرنا، معنی کی جامع تشریح کرنا اور ان تمام نکات کو اسناد و مآخذ سے بیان کرنا شامل تھا۔''[۴]

اس لغت کے مدیر اعلیٰ مولوی عبدالحق تھے۔ ان کے بعد ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر محمد شہید اللہ، جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر حنیف فوق، سحر انصاری، ڈاکٹر یونس حسنی اور رؤف پاریکھ نے بورڈ کے مدیر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیے۔ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں (عربی، فارسی، انگریزی، ہندی) کے پس منظر پر موثر بحث کرتے، غرض انھوں نے غلط الفاظ کی تصحیح، اردو کے تلفظ، قواعد اور بنیاد پر کام کیا۔ بقول رؤف پاریکھ:

''ڈاکٹر صاحب زبان کے استعمال میں حد درجے احتیاط برتتے ہیں نہ صرف یہ کہ الفاظ وتراکیب کے استعمال میں ان کا نقطۂ نظر بھی ان کی تحریروں سے عیاں ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو ڈاکٹر صاحب کی تحریر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے (مثلاً وہ لوگ جنھیں ڈاکٹر صاحب خط لکھتے ہیں) وہ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب املا کے اصولوں اور اس ضمن میں اپنے نظریات پر کس قدر احتیاط سے عمل کرتے ہیں۔''[۵]

ڈاکٹر صاحب نے مختلف نوعیت کے کام کیے لیکن اردو کی خدمت کو کبھی پس پشت نہ ڈالا بلکہ جہاں تک ہوسکا اردو کی بقا اور ترقی کے لیے سرگرم عمل رہے۔ اگرچہ وہ ماہر لسانیات بھی ہیں، لغت شناس بھی اور ماہر اقبالیات بھی۔ تاریخ گوئی بھی ان کا خاص میدان ہے۔ غرض علم وادب کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس سے ڈاکٹر صاحب وابستہ نظر نہ آتے ہوں لیکن ان سب میں واضح مقصد اردو زبان کی ترویج و ترقی ہے اور اس کی آبرو میں اضافہ کرنا ہے۔ اسی لیے مسرور احمد زئی کے خیال میں:

''ڈاکٹر صاحب نے مختلف انداز کے کام انجام دیے ہیں اور ہر میدان میں خلوص نیت اور اردو خدمت، اردو ترقی کا جذبہ۔۔۔آپ کے اولین مقاصد رہے ہیں۔''[۵]

ڈاکٹر صاحب نے اردو صرف ونحو پر کتاب لکھی، جس کا عنوان ''اردو صرف ونحو'' ہے۔ اس میں اُردو نحو کے قواعد اور اصولوں کو

مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ انھوں نے ایسے الفاظ کی تفصیل فراہم کی ہے جن کا املا غلط رائج ہو چکا ہے۔ ایک باب ''املا اور علاماتِ وقف'' کے متعلق ہے، جس میں غلط اور درست املا کے فرق کے ساتھ معنی بھی دیے ہیں۔ انھوں نے اس کے علاوہ ''ہمارا تلفظ'' (۱۹۹۹ء) کے عنوان سے ایک مختصر کتابچہ تحریر کیا۔ حقیقت میں یہ صحیح اردو رائج کرنے کی مخلصانہ کاوش ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ ''ہمارا تلفظ'' میں ایسے الفاظ کے صحیح معنی دیے گئے ہیں، جو بالکل سامنے کے ہیں لیکن ان کا تلفظ غلط ہے۔ اس سے پہلے ڈاکٹر صاحب، اردو املا کی تاریخ، جامع القواعد اور ''ثقافتی اردو'' تحریر کر چکے تھے۔ انھوں نے شعوری طور پر کوشش کی کہ صحیح اردو بولی جائے اور صحت کے ساتھ لکھی جائے۔

ڈاکٹر صاحب کی اردو نصاب کی تدوین کے سلسلے میں خدمات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی تقرری بہ حیثیت لیکچرار اردو کنگ ایڈورڈ کالج (امراؤتی) میں ہوئی۔ یہاں اردو کا کوئی استاد نہیں تھا۔ لہٰذا صدر شعبہ مقرر ہوگئے۔ کالج کے نصاب میں مرزا انیس و دبیر کے مراثی زیادہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے قدیم غزلیات کو بھی شامل نصاب کردیا اور یوں نصاب متوازن ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان آنے سے پہلے بھی اردو میں دل چسپی لے رہے تھے لیکن جب جنوری ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے تو یہاں بھی اسلامیہ کالج میں صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ انھوں نے صدر شعبہ منتخب ہوتے ہی اردو نصاب کو از سرِ نو ترتیب دیا اور ایسا نصاب مرتب کیا، جس سے طلبا وطالبات کی اخلاقی ضروریات پوری ہوسکتی تھیں۔ اس نصاب میں مذہبی رجحانات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب وفکر کی ترجمانی موجود تھی۔ ۱۹۵۰ء میں اُردو سائنس کالج کراچی کے قائم ہونے کے ساتھ ہی یہاں صدر شعبہ اردو مقرر ہوئے۔ یہاں بھی بابائے اردو مولوی عبدالحق کی مدد اور مشورے سے اردو نصاب ترتیب دیا اور تحقیق، تنقید، شاعری، فکشن، مثنویات، مراثی، اقبالیات اور فارسی کے مضامین شامل کیے۔

ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۶ء میں سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد) سے منسلک ہوئے یہاں بھی اردو نصاب کا از سرِ نو جائزہ لے کر مرتب کیا۔ خاص طور پر نصاب میں مذہب، تحقیق اور اقبالیات کو جگہ دی گئی۔ انھوں نے تحقیق کے موضوع پر اپنی نوعیت کا پہلا مضمون لکھا اور تحقیق میں عربی اور فارسی کو ضروری قرار دیا۔ عربی صرف ونحو کو سمجھنے کے لیے'' قرآنی عربی'' کے عنوان سے کتابچہ تحریر کیا۔ اس میں انھوں نے عربی قواعد اور مصادر سمجھائے۔ اردو املا کا پرچہ بھی شامل نصاب کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ''منتخبات'' کے عنوان سے ایک کتاب تحریر کی، جس میں طویل مضمون'' اُردو املا کی تاریخ'' بھی شامل کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے صحیح اردو لکھنے کا قاعدہ بتایا اور اردو املا کی صحت پر خاص توجہ دی ہے۔ اردو عروض پر ایک مضمون'' اُردو عروض'' کے عنوان سے تحریر کیا۔ اگرچہ یہ مختصر سا مضمون ہے لیکن اس میں اُردو شاعری کی مروجہ بحور اور اوزان بھی بیان کیے گئے ہیں۔ انھوں نے شاعری کے تمام نکات کو پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب جہاں ضرورت محسوس کرتے طلبہ کے لیے خود بھی کتابیں تحریر کرتے اور کراتے بھی۔ انھوں نے خاص طور پر نصاب میں نعتیہ ادب کو شامل کرتے ہوئے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان کی حتی الامکان یہ کوشش ہوتی کہ اس کی طباعت معیاری اور اغلاط سے پاک ہو۔ وہ اردو کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ طلبہ تک معیاری کتابیں پہنچیں اور اس مقصد کے لیے کتابوں کی قیمتیں بھی کم رکھی جاتیں تاکہ ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکے۔

ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف اعلیٰ تعلیم کے نصاب کو مرتب کیا بلکہ بچوں کا نصاب بھی ترتیب دیا۔ سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کا نصاب بھی مرتب کرنے والوں میں شامل رہے۔ ہمیشہ ڈاکٹر صاحب کی رائے کو معتبر سمجھا جاتا۔ وہ تمام عمر آسان اردو پڑھنے اور لکھنے پر زور دیتے رہے ان کا ایک مضمون'' نظریہ پاکستان'' کے عنوان سے انٹرمیڈیٹ کے نصاب میں شامل ہے، جو پاکستان کی اساس پر ہے۔ یہ مضمون عہد اکبر سے شروع ہوتا ہے اور مجدد الف ثانی کی تحریک سے ہوتا ہوا تمام اہم تاریخی واقعات کو بیان کرتے کرتے قیام پاکستان تک پہنچتا ہے۔ اس مضمون کی جامعیت، اختصار اور افادیت کے پیش نظر پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے

بھی اسے شامل نصاب کرنے کا فیصلہ کیا۔

بحیثیت مجموعی اگر نصاب کا جائزہ لیا جائے تو انھوں نے اردو نصاب سے فرقہ ورانہ تعصّبات کوختم کرنے کی کوشش کی اور نصاب میں پاکستانیت اور اخلاقیات کو پیش نظر رکھا۔ ڈاکٹر صاحب کا شمار اردو کے عظیم محققین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے تمام عمر اردو کے ساتھ گزار دی۔ اردو کو بہ طور مشغلہ نہیں اپنایا بلکہ حرزِ جاں بنایا اور تمام عمر اردو ان کی رفیق کار کی حیثیت سے رہی۔

انھیں اردو کے بہ حیثیت قومی زبان ہونے کا احساس اور شعور تھا اور یہ بھی کہ زندہ زبان، زندہ قوموں کی پہچان ہوتی ہے کیوں کہ زبان کسی بھی ملک کے باشندوں کی شناخت کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ زبان اور قوم ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ دونوں مل کر ترقی کی منازل طے کرتے ہیں اور ایک ملک کے دانش وروں اور صاحب شعور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ رکھیں اور محفوظ ہاتھوں میں دے کر جائیں تا کہ ان کا دنیا میں وقار برقرار رہ سکے۔

ڈاکٹر صاحب کا شمار صاحب بصیرت، صاحب ادراک اور صاحب شعور محققین میں ہوتا ہے، جنھیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس تھا۔ صرف احساس ہی نہ تھا بلکہ انھوں نے تمام عمر اردو زبان وادب کی ترویج وترقی میں گزار دی۔ ڈاکٹر صاحب اردو کے بنیادوں گزاروں کی صف سے کسی بھی صورت پیچھے نظر نہیں آتے۔ اگر ان سے آگے نہیں تو کم از کم ان کے برابر ضرور ہیں۔ انھوں نے اپنی ذاتی کاوش اور محنت سے اردو کا دامن وسیع کیا۔ ایک عام طالب کو صحیح اردو لکھنے اور پڑھنے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مختصر مضامین اور کتابچے تحریر کیے۔ کیوں کہ نوجوان طبقہ ہی مستقبل کا معمار ہوتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے شعوری طور پر ایسے طبقے کو صحیح املا کی طرف متوجہ کیا۔ اُردو نصاب میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج کو مقصد بنایا اور مذہب کے تابع نصاب مرتب کیا، ایسے بزرگوں کا تحقیقی کام شامل نصاب کیا جو نادر ونایاب سرمایہ چھوڑ کر گئے۔ لفظ شناسی کی طرف متوجہ ہوئے تو کثیر تعداد میں الفاظ کو محفوظ کر دیا اور ان کے اصل معانی بھی دے دیے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی ساری زندگی اردو کی خدمت سے عبارت ہے۔ اردو کتابیں درجنوں کی تعداد میں لکھیں، اردو تراجم کی مقدار اور تعداد غیر معمولی حد تک قابل ستائش ہے۔ عربی، فارسی اور انگریزی کام کی نوعیت بھی اردو کو قوت فراہم کرتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو لسانیات کے حوالے سے جس قدر وقیع کام کیا ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایک استاد کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب نے فروغ وترویج اردو کے حوالوں سے بے مثال کام کیا۔ ہزاروں شاگردوں کو اردو کی خدمت کے جذبے سے سرشار کیا۔ جس بھی تعلیمی ادارے میں گئے اردو کو ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے حوالوں سے مالا مال کرتے چلے گئے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ایک ایسے محقق ہیں جن کی زندگی اردو کے ساتھ نظر آتی ہے، جب بھی اردو زبان کے حوالے سے بات ہوگی ان کے ذکر کے بغیر اردو زبان کی تاریخ ادھوری رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ مسرور احمد زئی (مدیر): شمارہ ۱۲۔۱۳، جلد ۴ (جولائی تا دسمبر ۱۹۹۸ء): حیدر آباد، ادارہ انوار ادب: ص ۔۵۱

۲۔ وفا راشدی، ڈاکٹر، ''اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۲۰۱۔

۳۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی علمی وادبی خدمات''، ص ۳۹۴۔

۴۔ ایضاً، ص ۴۱۴

۵۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، ''عصری ادبی اور سماجی رجحانات'' اکادمی بازیافت نو ۲۰۰۳ء، ص ۵۷/ ۵۸۔

۶۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی علمی وادبی خدمات''، ایضاً ص ۵۵۰۔